Tauseeq, Volume. 5, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v5i2.10

Received: 02-12-2024
Accepted: 28-12-2024
Published: 31-12-2024

جمیلہ ہاشمی کے ناول "دشتِ سوس" میں اخلاقی اقدار کی عکاسی

Recapture of the concept of virtual values In Jamila Hashmi's novel "Dasht-e-Sous"

نجیبہ منان*

ڈاکٹر نقیب احمد جان

Abstract:

Jamila Hashmi (1929-1988) is known as a great novelist in the field of Urdu literature. She had a great devotion for pen and paper. If we look at the literary achievements of Jamila Hashmi, it is very wide. She was a novelist and fiction writer at the same time. She wrote several novels, including a historical novel DASHT-E- SOS this novel was published in 1975.DASHT-E- SOS is based historically about the character of Hussain ibn Mansoor hallaj. Jamila Hashmi has divided this novel into three parts sada-e-saaz, naghma-e-shoq and zamzama-e-moth. The first part is about the beginning of the spiritual journey of Hussain ibn mansoor hallaj, the second part is the longest one it describes the story of evolution and culmination of his spiritual journey and in the part, Hussain ibn Mansoor hallaj accompanied by Death, beside this in this novel, Jamila Hashmi has best portrayed the political, social, moral and economic conditions of the tenth century Abbasid period era.

Keywords: Dasht Sos, Jamila Hashmi, Mansur, Husayn ibn Mansur, Good and Evil, Good and Evil

* پی ایچ ڈی سکالر، ویمن یونیورسٹی مردان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بونیر یونیورسٹی

ہمارے اُردو ادب میں سینکڑوں عظیم نثر نگار آئے جو اپنی انفرادیت کی بنا پر ایک خاص مقام حاصل کر چکے ہیں۔ان میں ایک اہم نام جمیلہ ہاشمی کا ہے۔وہ اپنی تحریروں کی بدولت مصنف وقت کہلائیں۔جمیلہ اپنی ہر تحریر میں ایک معاشرتی رہنما کے طور پر دکھائی دیتی ہیں۔چونکہ معاشرتی واجتماعی زندگی کے بنانے اور سنوارنے میں اخلاق کو نمایاں حیثیت حاصل ہے بلکہ معاشرے کی پہلی سیڑھی اخلاق ہی ہے۔اخلاق کے بغیر انسان انسان نہیں رہتا بلکہ ایک وحشی جانور بن جاتا ہے۔ابتدائے اسلام سے مسلمان اخلاق حسنہ کے پیکر تھے لیکن دسویں صدی کا عباسی دور خلافت اخلاقی لحاظ سے گراوٹ کا شکار ہو چکا تھا اور اسلامی اخلاق کی یہ عمارت مسمار ہو چکی تھی۔انسانیت و شرافت کی بنیادیں ہل چکی تھیں۔مسلمان فرقوں میں بٹ کر آپس میں متصادم تھے،اور ان وجوہات کی بنا پر اخلاقی قدریں کھو چکے تھے۔بے شرمی اور بے حیائی معمولی بات تصور کی جاتی تھی۔ایسے میں اخلاقی اقدار پستی کا شکار ہو گئیں۔چونکہ اخلاقی اقدار کا فروغ جمیلہ ہاشمی کا بنیادی مقصد ہے وہ ایسے معاشرے کو تشکیل دینا چاہتی ہیں، جہاں انسان اپنے اصل مقام سے واقف ہو سکیں۔ان کے نزدیک محض اعلیٰ اخلاق کی حفاظت کرنا کافی نہیں ہے بلکہ ان عوامل کی روک تھام کی بھی ضرورت ہے جو اخلاقی بربادی کا باعث بنتے ہیں۔اسی امر کے پیش نظر جمیلہ ہاشمی نے اپنا ناول "دشت سوس" تحریر کیا۔اس سلسلے میں ارنسٹ ڈمنٹ یوں فرماتے ہیں کہ :

> "وہ لکھنے والے جن کا پس منظر کسی نہ کسی طرح زیادہ اخلاقی ہو ان کے ہاں خیالات کی روانی فنکاروں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔"(1)

اخلاقی اقدار کا فروغ جمیلہ ہاشمی کا بنیادی مقصد ہے، وہ ایسے معاشرے کو تشکیل دینا چاہتی ہیں جہاں انسان اپنے اصل مقام سے واقف ہو سکے ۔اسی بنا پر جمیلہ ہاشمی نے "دشت سوس" جیسا ناول تحریر کیا۔اس ناول میں انہوں نے دسویں صدی کے عباسی دور کے سیاسی، اخلاقی، سماجی اور معاشی حالات کی بہترین عکاسی کی ہے۔جمیلہ ہاشمی اخلاقی اقدار کو مدنظر رکھتے ہوئے کہتی ہیں کہ معاشرے میں بعض لوگ اخلاقی لحاظ سے ایسے ہوتے ہیں، کہ وہ اپنے مفاد کا سوچے بنا دوسروں کی خدمت کرتے ہیں اور ان کے کام آتے ہیں اور لوگ ان کو ریاکار سمجھتے ہیں، اور وہ اس لیے کہ معاشرے میں اخلاقی حس اتنی پستی کا شکار ہو گئی ہے کہ لوگ اب صحیح اور غلط، خیر و شر کی پہچان سے بھی عاری ہو گئے ہیں۔اس سلسلے میں پروفیسر مور اپنی کتاب "اُصول اخلاقیات" میں لکھتے ہیں کہ :

> "پس ہمارا سوال یہ ہے کہ "خیر کیا ہے"؟اور شر کیا ہے"؟ میں اس سوال (یا ان سوالات) پر بحث کو اخلاقیات کا نام دیتا ہوں، کیوں کہ اسی علم میں یہ سوال بہر صورت شامل ہے۔"(2)

مور کے اس خیال کے مطابق خیر وشر کی پہچان اخلاقی حس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔اس لیے جمیلہ ہاشمی اپنے ناول "دشت سوس" میں ہمیں اخلاقی سبق دے رہی ہے، کہ معاشرے میں رہنے والے لوگ اچھائی اور برائی میں فرق کرنا سیکھ لیں، تب معاشرے میں اخلاقی اقدار کی قوت بڑھے گی۔ جو لوگ اچھائی اور برائی، خیر وشر ،انسان اور حیوان، ایماندار اور ریاکار میں فرق نہیں کر سکتے وہ لوگ اخلاقی لحاظ سے بہت کمزور ہوتے ہیں۔اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی ایک کردار کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ:

> "محمّی لین دین میں ایماندار اور نیاز تھا اسے مسافروں کے آرام کا بطور خاص خیال رہتا تھا۔جب دشت سوس کی کھلی ہوائیں یخ کرنے والی سردی سے پریشان کرتیں تو سرائے میں اقامت گزیں لوگوں کے لیے آگ تاپنے اور کوٹھڑیوں کو گرم رکھنے کا بندوبست کرنا اور اس کے لیے وہ زیادہ دام بھی وصول نہیں کرتا تھا لوگ کہتے تھے وہ آتش پرست ہے اس لیے اپنی عاقبت سنوارنے کی خاطر ایسا کرتا ہے۔"(3)

جن لوگوں میں اخلاقی حس موجود ہوتی ہے تو یہ لوگ کبھی بھی ایک ایماندار شخص کے بارے میں یہ رائے تسلیم نہیں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اپنی عبادت اور آزمائش کے لیے بھیجا ہے کہ کون اللہ کی منع کردہ چیزوں سے منع ہوتا ہے اور کون فتنوں اور غلط کاموں میں ڈوبتا ہے۔اس دنیا میں اس آخری اُمت کے لیے فتنہ عورت اور دولت ہے۔۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اس لیے کہا ہے، کہ انسان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف عبادت کے لیے نہیں بھیجا، بلکہ عبادت کے ساتھ دنیاوی کاموں میں بھرپور حصہ لینے کے لیے بھیجا ہے اس لیے اسلامی تعلیمات میں حقوق اللہ سے زیادہ حقوق العباد پر زور دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ:

> "حقوق العباد یعنی باہم انسانوں کے اخلاقی فرائض کی کوتاہی اور تقصیر کی معافی اللہ نے اپنے ہاتھ میں نہیں، بلکہ ان بندوں کے ہاتھوں میں رکھی ہے جن کے حق میں وہ ظلم اور تعدی ہوئی ہو۔"(4)

لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ صرف نماز، روزہ، حج وغیرہ کو فوقیت نہ دے، بلکہ ان فرائض کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھے مثلاًرشتہ داروں سے نیک سلوک، غریبوں اور لاچاروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور جانوروں کو دکھ نہ پہنچانا وغیرہ حقوق العباد میں شمار

ہوتے ہیں۔ بہتر اور اعلیٰ اخلاق والا وہی ہے، جو صرف اپنی ضروریات کا خیال نہ رکھے۔ بلکہ تمام انسانیت کی ضروریات کا خیال رکھے۔ اصل جینے کا نام تو یہ ہے کہ انسان اپنی ساری زندگی دوسروں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وقف کرے۔ اگر ایسا نہیں تو وہ انسان انسان نہیں بلکہ ایک خود غرض انسان کہلاتا ہے۔ اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ :

"آدمی صرف ضروریات کے لیے ہی زندہ نہیں رہتا اگر یوں سوچا جائے تو کوئی بھی آگے بڑھنے کا نہ سوچے۔"(5)

جمیلہ ہاشمی تمام انسانوں میں اخلاقی شعور کو اُجاگر کرنے کی کوشش کر رہی ہیں کہ اپنی ضروریات کی بجائے اگر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دی جائے تو اس سے معاشرے کو ترقی سے کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ جھوٹ ایک ایسی بدترین خصلت ہے کہ انسان کو اخلاقی معیار سے نیچے گرا دیتی ہے۔ جبکہ سچ ایک اعلیٰ ترین خصلت ہے جو کہ انسان کو اخلاق کا اعلیٰ مقام عطا کرتی ہے۔ بقول شبلی نعمانی :

"جو سچا نہیں اس کا دل ہر برائی کا گھر ہو سکتا ہے اور جو سچا ہے اس کے لیے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہے۔"(6)

شبلی نعمانی کے اس قول سے واضح ہو جاتا ہے، کہ جھوٹ ایک بدترین خصلت ہے وہ جھوٹ خواہ زبان سے بولا جائے یا عمل سے ظاہر کیا جائے جھوٹ ہمیشہ انسان کو خوار کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص جھوٹ کا ساتھ دے گا، وہ جلد فنا ہو جائے گا مٹ جائے گا اور جو شخص سچائی کا ساتھ دے گا، وہ ہمیشہ عزت والا مقام پائے گا اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی رقم طراز ہیں کہ :

"جو جھوٹ ہے وہ خود مٹ جائے گا اور سچ کیا ہے یہ کسی کو کیا معلوم کیا سچ وہ ہے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔۔۔۔ کیونکہ جو جھوٹ ہے وہ خود مٹ جائے گا۔"(7)

جمیلہ ہاشمی معاشرے کو اور اس میں رہنے والوں کو سچائی اور حق کا ساتھ دینے کا سبق دے رہی ہے۔ کہ ہمیشہ سچ کا ساتھ دینا چاہیے۔ سچائی ہمیشہ باقی رہنے والا عمل ہے اور جھوٹ عارضی عمل ہے جو کبھی بھی ختم ہو سکتا ہے۔ بداخلاقیوں میں سب سے زیادہ بدترین چیز حسد ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جس سے بمشکل کسی انسان کا دل خالی ہو سکتا ہے۔ جب انسان میں حسد کا جذبہ کارفرما ہو جاتا ہے، تب اس میں

اخلاقی حس کمزور ہو جاتی ہے۔ایسا انسان پھر صرف اپنے فائدے کو دیکھتا ہے، خواہ اس کے فائدے میں دوسروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔اس سلسلے میں شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ :

"بعض اشخاص کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے کہ جب کسی کو بہتر حالت میں دیکھتے ہیں تو ان کو ناگوار ہوتا ہے اور جب کسی پر مصیبت آتی ہے تو ان کو مسرت ہوتی ہے۔"(8)

دنیا میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو دوسروں کے لئے تعصبانہ رویہ رکھتے ہیں اور وہ اپنے حسد کی بنا پر دوسرے لوگوں کو آگے بڑھتا نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ حسد کرنے والا شخص بااخلاق اور ترقی یافتہ انسان کو پسند نہیں کرتا اور اسے مسلسل اپنی سازشوں اور چالبازیوں سے نقصان پہنچاتا رہتا ہے۔اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ :

"زمانہ ان لوگوں کو معاف نہیں کرتا جو اس سے ایک قدم آگے سوچتا ہو۔"(9)

جس انسان میں اخلاق کا مادہ کمزور ہوتا ہے وہ شخص اچھائی اور برائی میں فرق کبھی نہیں کر سکتا وہ ایک کمزور پودے کی مانند ہو جاتا ہے اور اس کو کسی بھی وقت گرایا جا سکتا ہے۔ جس شخص میں اخلاقی حس کا مادہ پختہ ہوتا ہے وہ بدی اور نیکی میں فرق کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ اس میں ایمانداری، خلوص، انصاف اور انسانیت جیسی اعلیٰ اخلاقی صفات موجود ہوں تو وہ ایک مضبوط درخت کی مانند ہو جاتا ہے کوئی بھی شے اس کے اخلاق کو بگاڑنے کا سبب نہیں بن سکتی ہے۔اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ :

"تم کسی چھوٹے پودے کو تو جڑوں سمیت اُکھاڑ سکتے ہو، مگر درخت کو نہیں۔"(10)

اس اقتباس سے صاف واضح ہے کہ اخلاقی معاشرہ کسی بھی قوم کے لیے اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ۔اخلاق دنیا کے تمام مذاہب کا مشترکہ باب ہے۔ انسان کو جانوروں سے الگ کرنے والی اصل شے اخلاق ہے۔ جس معاشرے میں اخلاق ناپید ہو، وہ معاشرہ کبھی بھی مہذب معاشرہ نہیں کہلا سکتا ہے۔ جس معاشرے کے لوگوں میں اخلاق کا پہلو موجود ہوتا ہے وہ مسلسل عروج کی طرف بڑھتا ہے اور جس معاشرے میں اخلاق پستی کا شکار ہو جاتا ہے وہ قوم یا معاشرہ ہمیشہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ دنیا کے مختلف معاشروں

میں بنیادی خرابی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے، کہ عورت اور مرد کے درمیان ہمیشہ امتیاز رکھا گیا۔ عورت کو ہمیشہ کم تر سمجھا گیا جبکہ مرد کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ قرآن مجید میں سورت النحل آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

"اور وہ بڑا ہی فیصلہ کرتے تھے، یعنی عموماً بچی کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔"(11)

یہی وجہ تھی کہ اسلام سے پہلے عورت کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا، اور عورتوں کو ہمیشہ ظلم کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ ظلم کی انتہا یہ تھی کہ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی اس کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ جو لڑکیاں اتفاقاً بچ جاتیں تو انہیں شدید ذہنی، اخلاقی اور جسمانی دباؤ میں رکھتے تھے۔ اسی طرح ہندؤں میں جب شوہر کی موت واقع ہو جاتی تو اس کے ساتھ اس کی بیوی کو بھی زندہ جلایا جاتا اسی رسم کو "ستی" کہا جاتا تھا۔ عورتوں کے ساتھ ہونے والی ظلم زیادتیوں کے بارے میں جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ :

"کیا تم اس بات پر یقین کر سکتے ہو کہ عورتیں اگر ان کا شوہر مر جائے تو زندہ ہی اس کے ساتھ جلائی جاتی ہیں۔"(12)

جن لوگوں میں اخلاقی حس اور انسانیت کا درد ذرہ برابر بھی دلوں میں موجود ہوتا تو وہ کبھی بھی ایک زندہ عورت کو جلانے پر مجبور نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو، عقل، احساس، اعلیٰ اخلاق جیسی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ صحیح معنوں میں غور و فکر اور علم و عمل انسان کو اعلیٰ مرتبے پر فائز کرتا ہے۔ خوش خلقی ایک بہترین خصلت ہے اور انسان کے لیے اعلیٰ اخلاق کا مالک ہونا بہت ضروری ہے، کیونکہ اخلاق کی بنا پر اچھائی اور برائی میں فرق کرنا اس کے لیے ممکن ہوتا ہے اور اسی بنا پر وہ ناجائز کاموں سے دور رہتا ہے۔ اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ :

"خلق انسان کی اس کیفیت کا نام ہے جو اس کی طبیعت کے مختلف اوصاف کی جدوجہد کر کے اپنی جانب راجع کرے۔"(13)

شاہ ولی اللہ کے مطابق خوش خلقی ایک ایسا ہتھیار ہے، جو افراد کے درمیان میل ملاپ پیدا کرتی ہے۔ جبکہ بد خلقی انسانوں کے درمیان پھوٹ پیدا کرتی ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ مسلمان بیک وقت بہت سے مسائل کا شکار رہے۔ دین اسلام کے دشمنوں کی طرف سے تخلیق کردہ مسائل سے تو ہر کوئی بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔ دین اسلام کے دشمن تو اول روز سے ہی نت نئی سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ماضی کے ادوار سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دسویں صدی میں اسلام دین کے دشمنان کنیزوں کو یہ تربیت دیتے تھے کہ اسلام میں آنے والے نو

مسلموں کے دلوں میں زہر بھر کران کے ایمان اور نیک ارادوں کو کمزور کیا کریں۔ تا کہ اسی طریقے سے مسلمانوں کو ختم کیا جاسکے۔اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی اغول کی زبانی کہتی ہیں کہ :

"تمہیں پتہ ہے ہمیں تربیت اس لیے دی جاتی ہے کہ ہم نسطوری راہبائیں اسلام میں آنے والی نسلوں کی رگوں میں زہر بھر سکیں۔ان کی رگوں میں ہمارا خون ہوگا تو وہ اپنے ایمان میں کمزور اور اپنے ارادوں میں ڈگمگاتے ہوئے ہونگے اور نسطوری راہوں کی ریشہ دوانیوں سے اغماض بھی نہیں کر سکیں گے۔"(14)

یوں اگر دیکھا جائے تو خون اور اس کی تاثیر کو واضح کرنے کی جمیلہ ہاشمی نے کامیاب کوشش کی ہے، کہ ابتدا ہی سے جن خطوط پر اور جیسی تربیت کی جائے تو ویسا ہی عمل سامنے آئے گا۔انسانی رشتوں میں سب سے عظیم رشتہ ماں، باپ کا ہے دنیا کے تمام مذاہب میں والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔اسلام میں والدین کے حقوق وفرائض پر بہت زور دیا گیا ہے۔سورۃ القمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا شکر کرو۔"(15)

والدین وہ ہستی ہیں جو اپنی اولاد کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن جب اولاد والدین کے ساتھ نافرمانی سے پیش آتی ہے، تو وہ بہت غمزدہ ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے،اس کے ساتھ یہ ذکر بھی فرمایا ہے کہ والدین کے ساتھ حُسن سلوک کرو۔خوش نصیب ہے وہ اولاد جو اپنے والدین کے فرمانبردار ہوتی ہیں۔اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی کے ناول "دشت سوس" میں منصور اپنے بیٹے حسین سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ :

"حسین میرا حاصل زندگی تم ہو، پدر محترم' آپ کو حاصل سے اتنا لگاؤ کیوں ہے؟اور پھر ہر حاصل آخر کہیں نہ کہیں مصرف میں لایا جاتا ہے۔ حسین نے ایک ایسی بے نیازی سے کہا جو منصور کے دل کے آرپار ہوگئی۔ "(16)

مندرجہ بالا اقتباس میں منصور جب حسین سے کہتا ہے، کہ میرا حاصل زندگی تم ہو اور اس کا بیٹا حسین بہت تلخی سے جواب دیتا ہے تو اس کا باپ بہت مایوس ہو جاتا ہے۔جب اولاد بد اخلاقی اور بدزبانی سے پیش آتی ہے، تو اس نافرمانی پر والدین بہت دکھی ہو جاتے ہیں۔ہماری زندگی

کبھی بھی ختم ہونی والی نہیں ہے۔ جمیلہ ہاشمی کی نظر میں عظیم شخص وہ ہوتا ہے یا وہ شخص بہترین انسان کہلاتا ہے۔ جس میں اخلاق کی اعلیٰ صفات موجود ہوں اور اس میں انسانیت کی خدمت کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہو۔ اس سلسلے میں انجم نعیم رشید احمد صدیقی کے قول کے مطابق اپنی کتاب "ادب کی تعمیری جہت" میں لکھتے ہیں کہ :

"جب تک انسان انسانیت کے بہترین مقاصد انسانیت ہی کے بہترین طور طریقوں سے پورے نہ کئے جائیں گے، نہ اعلیٰ انسان وجود میں آئے گا، نہ اعلیٰ ادب۔"(17)

رشید احمد صدیقی کے اس خیال کو اگر دیکھا جائے تو انسان میں انسانیت کا ہونا لازمی ہے انسان اور حیوان کا فرق بھی اپنی بنیاد پر ہے۔ اگر اس انسان میں انسانیت کے بجائے غرور آجائے تو وہ انسان ہمیشہ پستی کا شکار ہوگا۔ کیونکہ غرور ایک ایسی بدترین خصلت ہے جس کی بنا پر اخلاق صفت پوری طرح تباہ ہو جاتی ہے۔ جس طرح ابلیس نے غرور کی وجہ سے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اسی غرور کی وجہ سے ابلیس کو ہمیشہ کے لیے خوار کیا گیا ہے اور اس کو رجیم قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی "دشت سوس" میں لکھتی ہیں کہ :

"فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کرو سب نے کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا۔ وہ راندہ درگاہ ہوا۔ عرش سے نکالا گیا۔ خوار ہوا۔ انسانوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے لیے وہ بھی دنیا میں وارد ہوا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی گمراہی میں مبتلا کیونکر ہوتا اور یہ سوز و ساز حیات ہی نہ ہو اس کے حصول کے لئے کدو کاوش نہ ہو ایک طرح سے وہ محسن ہے۔"(18)

ہر کام اور ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو لیکن اس نے انکار کیا اور اس انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو سزا کے طور پر زمین پر وارد کیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اور اسی میں انسان کی مصلحت چھپی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس ابلیس کی وجہ سے انسان کو پتہ چلتا ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرے گا۔ سیدھا راستہ اختیار کرے گا یا بُرائی کا راستہ اپنائے گا۔ جمیلہ ہاشمی کے مطابق شخصیت کی تعمیر میں انسان کی اپنی سوچ اور فکر کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ جمیلہ ہاشمی کے مطابق نیکی اور بدی کبھی بھی برابر نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے ہر برائی کا خاتمہ بھلائی سے کیا جائے۔ ہمیں چاہیے کہ ہر برائی کو اچھائی سے ہی ختم کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ہر انسان کے ساتھ دُشمنی کرنے کے بجائے دوستی قائم کی جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

"برائی کو برائی سے نہیں، اچھائی سے دُور کرنا ہے۔"(19)

اخلاقی اقدار کی عکاسی کے لئے جمیلہ ہاشمی نے اپنے ناول "دشت سوس" میں ایک ایسے کردار کو پیش کیا ہے، جس کا تعلق دسویں صدی کے عباسی دور سے ہے، جس کا نام حسین بن منصور حلاّج ہے۔ حسین بن منصور حلاّج آتش پرست محمّی کا پوتا اور نو مسلم منصور کا بیٹا ہے۔ حسین بن منصور حلاّج بیضا سے تعلیم کے سلسلے میں تستر روانہ ہوئے۔ وہاں سہل بن عبداللہ جیسے کامل استاد کے زیر سایہ تربیت پارہا تھا۔ تستر میں جب غلط فہمی کی بناپر حسین پر چوری کا الزام لگ جاتا ہے۔ تو اس پریشانی کی وجہ سے یہ بغداد چلے جاتے ہیں۔ سفر کے دوران حسین کی ملاقات اغول سے ہوتی ہے دونوں کو ایک دوسرے سے محبت ہو جاتی ہے۔ حسین اغول سے دوبارہ ملاقات کے لئے بہت بے چین ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ:

"وہ اغول کو ایک نظر دیکھنے کے لیے اپنا آپ لٹانے کے لیے تیار تھا۔"(20)

اغول ایک کنیز ہے، جس کو حامد بن عباس نے خریدا ہے۔ حامد بن عباس کو پتہ چل جاتا ہے کہ اغول اور حسین ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو حامد بن عباس حسین بن منصور حلاّج پر بے جا الزامات لگا کر حکومت وقت اور رعایا کو اس کے خلاف کر دیتا ہے۔ حسین بن منصور حلاّج ذہنی اعتبار سے سب سے الگ تھے۔ ان کی شاعری باغیانہ اور ان کے خیالات اور رویہ ہر انسان سے مختلف تھا۔ وہ انسان کو مرکزی حیثیت دیتے تھے اور اناالحق کا نعرہ بلند کرتے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے انہیں دیوانہ قرار دیا تھا۔ اناالحق کے نعرے کو لوگوں نے حسین بن منصور کا خدائی کا دعویٰ قرار دیا، اور اس غلط فہمی سے حامد بن عباس نے فائدہ اُٹھا کر حسین بن منصور حلاّج کو قید کر دیا۔ اور یہ فتویٰ جاری کیا کہ حسین بن منصور اپنے آپ کو خدا مانتا ہے۔ اس ضمن میں ان سے عدالت میں بھی کئی سوالات کیے گئے۔ حسین بن منصور حلاّج نے عدالت کے ہر سوال کے جواب میں صفائی دینی چاہی، لیکن لوگوں اور عدالت نے اس پر الزامات ثابت کر دیئے۔ وہ اس لیے کیونکہ حسین ایک امیر شخص نہیں تھا اور حامد بن عباس ایک امیر شخص تھا۔ اس وجہ سے لوگوں نے حامد بن عباس کا ساتھ دیا۔ حامد بن عباس امیر شخص تھا، لوگوں نے اس کی امیری دیکھ کر منافقت اختیار کرتے ہوئے اس کا ساتھ دیا۔ اس سلسلے میں پروفیسر یوسف شیدائی امام غزالی کے قول کے مطابق اپنی کتاب "مطالعہ اخلاقیات" میں یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"ریاکاری، منافقت، تکبر، حسد، بغض، غیبت، خوشامد، اور اس طرح کی دیگر اخلاقی بیماریاں انسان کو مقصد سے غافل کر دیتی ہیں۔"(21)

امام غزالی کے اس خیال کو دیکھا جائے، تو جن لوگوں میں یہ بد ترین خصلتیں پائی جاتی ہوں، وہ کبھی بھی سچائی اور حق کا ساتھ نہیں دیں گے ۔اسی طرح قاضی ابو عمر نے کاغذ پر اپنی مہر لگادی اور فتویٰ لکھ دیا اور حسین بن منصور حلاّج کو سزائے موت کا حکم جاری کیا گیا۔ اگر ان لوگوں میں ذرا برابر انسانیت اور اخلاقی حس موجود ہوتی، تو سب لوگ صرف سچائی کا ساتھ دیتے۔ یوں ایک بے گناہ کو سزائے موت نہ دیتے۔اس حکم کے صادر ہونے کے بعد حسین نے عدالت میں کہا کہ:

"میری پشت شرعاً محفوظ ہے اور میرا خون بہانا حرام ہے۔ میرا مذہب سنت کے مطابق ہے اور میرا اعتقاد اسلام ہے۔ میری کتابوں میں جو کچھ بھی ہے شرع کے موافق ہے اس لیے میرا خون بہانے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے۔"(22)

حامد بن عباس حسین بن منصور حلاّج کے لئے تعصب رکھتا تھا۔ اس لئے یہ حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ حامد بن عباس نے کہا میں چاہتا ہوں حسین بن منصور کی ہڈیوں میں اتنے سوراخ ہوں جیسے نے میں ہوتے ہیں۔اس کے خون کا قطرہ قطرہ جس جگہ گرے وہاں ہمیشہ کے لئے ٹھہر جائے ۔اپنا بدلہ لینے کی وجہ سے انہوں نے حامد بن منصور کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تھے۔ ہر جوڑ انا الحق کہہ رہا تھا اس لئے کہ وہ حق تھا ۔انا الحق۔انا الحق۔اس ظلم کرنے کی وجہ سے حامد بن عباس کی دنیاوی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ اپنی بیوی سے محبت میں ناکام ہو جاتا ہے، اس وجہ سے حامد بن عباس حسین ابن منصور حلاّج کو انجام تک پہنچانے کے لیے سر گرم ہو جاتا ہے۔ پہلے حسین ابن منصور حلاّج کو کوڑوں سے ضرب لگائی گئی۔ ضرب لگانے کے بعد دار پر چڑھایا۔ آخر میں موت کے بعد سارے اعضاء کو آگ میں جلایا گیا تھا۔

جمیلہ ہاشمی نے حسین ابن منصور حلاج کو اپنے ناول کا مرکزی کردار اس لیے بنایا کہ حسین ابن منصور حق اور اپنے مقصد کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے کا ایک استعارہ بن چکا ہے اور وہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ حق حق ہے اور باطل باطل۔ سچائی کو چاہے کتنا ہی چھپانے کی کوشش کی جائے ایک نہ ایک دن کھل کے واضح ہو جاتی ہے۔ اور جھوٹ چاہے کتنی ہی چمکتی دمکتی رہے لیکن ایک دن اس کی قلعی کھل جاتی ہے اور دنیا پر دودھ کا دودھ پانی کا پانی واضح ہو جاتا ہے۔ جھوٹ چاہے کتنے بھیس بدلے آخر میں اس کا مکروہ اور گھناونا چہرہ ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ اور سچ کو چاہے کتنا ہی بد نما کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے لیکن آکر کار اس کی کو ملتا دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ارنسٹ ڈمنٹ، تخلیقی فکر، مشمولہ، تخلیقی رویے، مترجم، شہزاد احمد، مارچ،۱۹۸۶ء، ص،۱۸۹

2۔ایڈورڈ مور، جارج، اصول اخلاقیات، مترجم، عبدالقیوم، پروفیسر، مجلس ترقی ادب، طباعت دوم، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص، ۳۵

3۔جمیلہ ہاشمی، دشت سوس، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص، ۱۰

4۔شبلی نعمانی، علاّمہ، سلیمان ندوی، سید، علاّمہ، سیرت النبیؐ، جلد ششم، زہدہ نوید پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص، ۷

5۔ایضاً، ص، ۲۷

6۔شبلی نعمانی، علاّمہ، سلیمان ندوی، سید، علاّمہ، سیرت النبیؐ، جلد ششم، زہدہ نوید پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۷ء ص، ۱۶۴

7۔جمیلہ ہاشمی، دشت سوس، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص، ۴۵

8۔شبلی نعمانی، علاّمہ، سلیمان ندوی، سید، علاّمہ، سیرت النبیؐ، جلد ششم، زہدہ نوید پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۷ء ص، ۳۴۹

9۔ایضاً، ص، ۴۸

10۔ایضاً، ص، ۵۳

11۔القرآن: پارہ: ۱۴ : سورت النحل: آیات: ۵۹

12۔جمیلہ ہاشمی، دشت سوس، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص، ۶۱

13۔شاہ ولی اللہ، حجتہ اللہ البالغہ، مترجم، خلیل احمد، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷، ص، ۲۵۴

14۔ایضاً، ص، ۷۹

15۔القرآن، پارہ، ۲۱، سورۃ القمان، آیات، ۱۴

16۔جمیلہ ہاشمی، دشت سوس، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص، ۸۹

17۔انجم نعیم،ادب کی تعمیری جہت،فرینڈز پبلی کیشنز،ملتان،س،ن،ص،۱۰۲

18۔جمیلہ ہاشمی،دشت سوس،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۴ء،ص،۲۰۳

19۔القرآن،پارہ،۱۸،المومنون،آیات، ۹۶

20۔جمیلہ ہاشمی،دشت سوس،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۴ء،ص،۸۱

21۔یوسف شیدائی،پروفیسر،مطالعہ اخلاقیات،عزیزپبلیشرز،لاہور،۲۰۰۴ءص،۱۷۶

22۔جمیلہ ہاشمی،دشت سوس،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۴ء،ص،۴۷۰

References:

1۔ Ernst Damant, Creative Thought, Content, Creative Attitudes, translator, Shahzad Ahmed, March, 1986, p. 189

2۔ Edward Moore, George, Principles of Ethics, translator, Abdul Qayyum, Professor, Majlis-e-Pragati Adab, Print II, Lahore, 2011, p. 35

3۔ Jamila Hashmi, Dasht Sous, Milestone Publications, Lahore, 2014, p. 10

4۔ Shibli Nomani, Allama, Suleiman Nadwi, Sayyid, Allama, Sirat-un-Nabi, Vol. VI, Zahda Naveed Provinces, Lahore, 2007, p. 7

5۔ Ibid, p. 27

6۔ Shibli Nomani, Allama Suleiman Nadwi, Sayyid, Allama, Sirat-un-Nabi, Vol. VI, Zahda Naveed Provinces, Lahore, 2007, p. 164

7۔ Jamila Hashmi, Dasht Sous, Milestone Publications, Lahore, 2014, p. 45

8۔ Shibli Nomani, Allama Suleiman Nadwi, Sayyid, Allama, Sirat-un-Nabi, Vol. VI, Zahda Naveed Provinces, Lahore, 2007, p. 349

9۔ Ibid, p. 48

10۔ Ibid, p. 53

11۔ Qur'an: Para: 14: Surah Al-Nakhal: Verses: 59

12۔ Jamila Hashmi, Dasht Sous, Milestone Publications, Lahore, 2014, p. 61

13۔ Shah Waliullah, Hujjatullah al-Bala, translator, Khalil Ahmed, Islamic Academy, Lahore, 1977, p. 254

14۔ Ibid, p. 79

15۔ Qur'an, Para, 21, Surah Al-Qaman, Verses 14

16۔ Jamila Hashmi, Dasht Sous, Milestone Publications, Lahore, 2014, p. 89

17۔ Anjum Naeem, the Constructive Dimension of Literature, Friends Publications, Multan, S.N., p.102

18۔ Jamila Hashmi, Dasht Sous, Milestone Publications, Lahore, 2014, p. 203

19۔ Qur'an, Para, 18, Al-Mominun, Verses, 96

20۔ Jamila Hashmi, Dasht Sous, Milestone Publications, Lahore, 2014, p. 81

21۔ Yusuf Shedai, Professor, Studies in Ethics, Aziz Publishers, Lahore, 2004 p. 176

22۔ Jamila Hashmi, Dasht Sous, Milestone Publications, Lahore, 2014, p. 470

- **Migration Letters 21 (No: S10), pp. 488-497**

https://migrationletters.com/index.php/ml/article/view/10510

- **Jahan Tahqeeq, V.4 NO.2, P.no. 365-368,**

http://jahan-e-tahqeeq.com/index.php/jahan-e-tahqeeq/article/view/536/441

- **Alhamd،Vol.13،P.No.145-152**

http://alhamd.aiu.edu.pk/ wp- content/uploads/2020/07/is sue-13-13-rubina- raheed.pdf

- **Makhz،Vol 2, No IV, P.No.43-51**

https://makhz.org.pk/article/impacts-of-the-partition-of-hind-on-a-hameed-s-novel-darbay

- **Journal of positive school psychology, Turkey, Vol. 7 No 4, P.No. 747-754**

https://journalppw.com/index.php/jpsp/article/view/16433/10452